ایک ''مہاتیر'' کی ضرورت

توصیف احمد

ملائیشیا میں ایلورستار نامی گاؤں کے اندر غریب فیملی میں جنم لینے والے ''مہاتیر محمد'' کے نام سے سب نا آشنا تھے۔ کوئی جاذب شخصیت تو تھا نہیں کہ سوسائٹی کے افراد کو اپنی شخصیت سے متأثر کرسکتا۔ پسماندہ علاقے، غربت میں ڈوبے خاندان، امراء کے محلات اور اربابِ اقتدار سے کوسوں دور چھوٹے سے گھر میں پیدا ہونے کے باعث شاید ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آیا ہو کہ وہ اپنی زندگی میں کبھی مسندِ اقتدار پر بھی فائز ہوں گے لیکن قدرت ان پر مہربان ہونے کو تھی وقت نے انگڑائی لی، مہاتیر کی زندگی نشیب وفراز کی وادیوں میں گزرنے لگی۔ انتہائی نامساعد حالات کے باوجود اعلیٰ تعلیم کے لئے سنگاپور پہنچ گئے۔ یوں غریب گھرانے کا خانوادہ طب کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اپنے ملک واپس لوٹ کر لوگوں کی خدمت کو اپنا وطیرہ بناتا ہے۔ 1957ء میں جذبہ خدمت سے سرشار مہاتیر محمد نے اپنے ذاتی کلینک کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اسی کے ساتھ صحافت کے مقدس پیشے کے ساتھ اپنا ناطہ جوڑا۔ اپنے مسحور کن اندازِ تحریر سے لوگوں کو متأثر کر کے اپنے دل کی تڑپ اور کڑھن کو لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ جس کی بدولت رفتہ رفتہ مہاتیر محمد شہرت کی بلندیوں کو چھونے لگا۔ وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے 1964ء میں مہاتیر محمد نے الیکشن میں حصہ لیا اور پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوگئے۔ مہاتیر کا عوامی وملی خدمت کا جذبہ برابر بام عروج پر رہا۔ 1974ء میں دوبارہ الیکشن میں اسی پارٹی کے ٹکٹ سے بھاری اکثریت سے دوبارہ منتخب ہوکر وزیرِ تعلیم کا عہدہ حاصل کیا۔ ترقی کے زینے طے کرتے کرتے چار سال کے بعد نائب وزیر اعظم بنے۔ 1981ء میں ملک وملت کو چار چاند لگانے کے لئے ان کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ پسماندہ علاقے اور غربت میں پسے ہوئے خاندان کے لوگوں کی مایوسیوں کو یک لخت ختم کر کے اپنے پورے خاندان اور احباب کو حکومت کا حصہ بنا سکتے تھے، لیکن اگر ان کی سوچ اور مؤقف کو دیکھا جائے تو بڑے بڑے آمروں اور فرعونوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ان کا مؤقف تھا کہ جب تک بلا امتیاز ملک بھر کے محروم طبقے کو قومی دھارے میں شامل نہیں کیا جائے گا تو اس وقت تک قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے ایک آئیڈیا پیش کیا جوان کی دلی کڑھن کا عکاس لگتا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اگر ہم بھوکے آدمی کو ایک دن مچھلی دے دیں تو اس کا ایک دن تو اچھا گزر جائے گا لیکن اگر اس کو مچھلی پکڑنے والی

کنڈی دے دی جائے تو وہ زندگی بھر خود کفیل ہو سکتا ہے''۔ ان کے منشور میں یہ بھی تھا کہ کوئی قوم تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ مہاتیر محمد کا نظریہ تھا کہ قرض لیکر کوئی قوم امیر نہیں بن سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو افریقہ یورپ جیسا ہوتا۔ انہوں نے تیز رفتاری سے اپنے ملک کو ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ 1990ء میں مہاتیر محمد نے تیس سالہ منصوبہ پیش کیا تا کہ مزید ترقی حاصل کی جا سکے۔ جب اس پر عمل درآمد شروع ہوا تو صرف چھ سال کی مدت میں مطلوبہ اہداف کو حاصل کر لیا۔ 24 سال تک مہاتیر محمد نے ملک وقوم کی خدمت کی۔ ملک وملت کے لئے مسلسل جدوجہد نے ان کے جسمانی اعصاب کو کمزور کر دیا تھا۔ غیر متوقع طور پر جس کو اقتدار ملے وہ کب اسے چھوڑنے کے لئے تیار ہوگا؟ لیکن مہاتیر محمد نے جب دیکھا کہ یہ بار گراں ہے۔ ملک وقوم کا حق ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کمزوری اعصاب آڑے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے کرسی اقتدار کو خیر باد کہہ دیا۔ جب انہوں نے حکمرانی سے معذرت کی تو اس وقت ان کی جماعت نے اپنا تاثر کچھ اس انداز میں پیش کیا ''شاید ایک ہزار سال تک مہاتیر جیسا حکمران ملائیشیا کو دوبارہ نصیب نہ ہو''۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مر کر بھی زندہ ہیں۔

اسی تناظر میں جب ایٹمی صلاحیت سے مالا مال وطن عزیز کو دیکھا جائے تو پاکستان اور ملائیشیا میں زمین وآسمان کا سا فاصلہ نظر آتا ہے۔ ملائیشیا کا شمار ترقی یافتہ ممالک اور ملائیشین ٹائیگر سے ہوتا ہے جب کہ پاکستان غلامی در غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہاں اعلیٰ عہدوں پر مقتدر شخصیات نے اقرباء پروری کی روشن مثالیں قائم کر کے تاریخ میں سیاہ باب رقم کر دیا جس کی مثال شاید ماضی میں میسر نہ ہو۔ یہاں تعلیم کے میدان میں بلند وبانگ دعوؤں اور خوش نما نعروں والے تو ملیں گے جو لاکھوں روپوں کے اشتہارات میں تعلیم کا مورال بلند ہوتا دکھائی دیں گے لیکن حقیقی علم کی شمع روشن کرنے والے خال خال نظر آئیں گے۔ محکمہ تعلیم میں عالیہ انور جیسی (سپرنٹنڈنٹ جو لاکھوں روپے کی رشوت لے کر شانزے صادق کو گھر بیٹھے نقل کروانے کی ''عظیم تاریخ'' رقم کرنے والی) کالی بھیڑیں تو ملیں گی۔ یہاں وزارتِ داخلہ جیسے اہم عہدے پر سورہ اخلاص سے نابلد عبدالرحمٰن ملک جیسے بیوروکریٹ آپ کو نظر آئیں گے۔ یہاں عوام کے خون پسینے کی کمائی ناجائز اور بھاری ٹیکسوں کی صورت میں وصول کرنے والے، بھیڑیے کا دل رکھنے والے بے حس حکمران تو نظر آئیں گے جو لاکھوں ڈالر ''نذرانہ عقیدت'' کے نچھاور کر دیں گے لیکن غربت کے ہاتھوں ستائے ہوئے، مہنگائی کی چکی میں پستی عوام کا احساس وادراک رکھنے والے، غریب کو ساتھ بٹھانے والے حکمران نظر نہیں آئیں گے۔ یہاں حسب سابق پرانے چہرے نئے ماسک پہنے انقلاب کے دعویداران تو بہت نظر آئیں گے لیکن اس ملک کو حقیقی فلاحی ریاست بنانے والے آٹے میں نمک کے برابر نظر آئیں گے۔ یہاں کوڑیوں کے دام ملک وملت کی عزت کو امریکی زندان میں دھکیلنے والے ضمیر فروش حکمران تو نظر آئیں گے لیکن محمد بن قاسم کی طرح ایک مسلمان بہن کی پکار پر تڑپ اُٹھنے اور راجا داہر کو ایک مسلم عورت کی

عفت وعصمت کا درس دینے والے نظر نہیں آئیں گے۔ یہاں لارڈ میکالے کے روحانی فرزند امریکی فکر سے مرعوب نام نہاد دانشور نصابِ تعلیم سے آیاتِ قتال کو نکالنے والے تو نظر آئیں گے لیکن مستقبل کے معماروں کے اذہان کو پاکیزہ اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے اور اس کے لیے عملی اقدامات کرنے والے بہت کم نظر آئیں گے۔ یہاں شاہانہ زندگی گزارنے والے، اپنی خواہشات کے حصول کے لیے بجلی اور گیس کی قیمتوں میں آئے روز اضافے کرنے والے عوام کی تمناؤں کا خون کرنے والے حکمران تو ملیں گے لیکن عوام کو سہولیات فراہم کرنے، ان کے دکھ درد میں شریک اور ان کے بہتر مستقبل کے ضامن حکمران نظر نہ آئیں گے۔ جس کی بدولت آج لوڈ شیڈنگ کے بھوت نے ہر طرف بسیرے ڈالے ہوئے ہیں اور صنعتی پیداوار کی بنیادیں متزلزل ہیں۔ آج صورتحال اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ سرمایہ کاری کی شرح خطرناک حد تک گر گئی ہے اور پیداواری صلاحیت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ ملائیشیا کے مہاتیر محمد کو دیکھا جائے تو وہ ان تمام برائیوں سے پاک نظر آتے ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان کے اربابِ اختیار کو دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے کہ مذکورہ تمام برائیوں کے ذمہ دار یہی ہیں۔ مہاتیر محمد کے کردار کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے ایسے لوگ مر کر بھی حکومت کرتے ہیں۔ جبکہ اپنے مہربان حکمرانوں کی مثال یوں معلوم ہوتی ہے کہ ایسے لوگ حکومت کے دوران بھی مر چکے ہوتے ہیں۔

آج ملک کو بحرانوں سے نکالنے کے لئے پاکستان کو مہاتیر کی ضرورت ہے جو اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر ملک وقوم کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔ اپنے خزانے کی تجوریاں بھرنے کی بجائے ظلم کی چکی میں پسے افراد کے بارے میں متفکر ہو۔ معیشت کے جام پہیے کو چلانے، حقیقی معنوں میں علم کی شمع کو روشن کرنے اور ملک کو ترقی یافتہ اقوام کی صفوں میں شامل کرنے کا عزمِ مصمم رکھتا ہو تا کہ ملائیشین ٹائیگرز کی طرح پاکستانی ٹائیگرز بھی تعلیمی صنعتی میدانوں میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ تا کہ یہ ملک اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکے۔

☆......☆......☆